قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ

یعنی: پس حجت پوری اللہ ہی کی رہی!

(مع حاشیہ جدیدہ)

جس میں ادلۂ کاملہ میں دیے گئے غیر مقلدوں کے دس سوالات کے تحقیقی جوابات کی بصیرت افروز وضاحت
ادلۂ کاملہ کے رد میں لکھی گئی مصباح الادلہ کا شافی اور مسکت جواب ہے، نیز اس کے
ضمن میں مختلف معرکۃ الآراء علمی مباحث پر مفصل کلام کیا گیا ہے۔

از افادات:

امام حریت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ

سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

تحقیق و تحشیہ: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری

ترتیب و تزئین: جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری

اساتذہ دار العلوم دیوبند

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم دیوبند، یوپی

کہیے: پس حجت پوری اللہ ہی کی رہی!

ایضاح الادلہ

(مع حاشیہ جدیدہ)

جس میں "ادلہ کاملہ" میں دیئے گئے غیر مقلدوں کے دس سوالات کے تحقیقی جوابات کی بصیرت افروز وضاحت اور "ادلہ کاملہ" کے رد میں لکھی گئی "مصباح الادلہ" کا شافی اور مسکت جواب ہے۔ نیز اس کے ضمن میں مختلف معرکۃ الآراء علمی مباحث پر محققانہ کلام کیا گیا ہے۔

از افادات:

امام حریت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہ

سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

تحقیق وتحشیہ: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری

ترتیب وتزئین: جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری

اساتذہ دار العلوم دیوبند

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم دیوبند یو۔پی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

زیر انتظام:- ریاست علی بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند

سلسلۂ مطبوعات شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند ۷

نام	ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ
مصنف	حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ
عناوین و حاشیہ نگار	حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری محدث دارالعلوم دیوبند
مرتب حاشیہ و تزئین کار	جناب مولانا محمد امین صاحب پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند
کاتب	قاری عبدالجبار قاسمی
صفحات	۶۷۲
سنہ اشاعت	۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء
تعداد اشاعت	گیارہ سو
ناشر	شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند
مطبوعہ	ایچ ۔ ایس ۔ آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی ۔ Ph. No. 23244240

اسٹاکسٹ

مکتبہ دارالعلوم دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

نہ ہو ــــــــ اور اموالِ باقیہ قابلِ ملک ہر کس وناکس ہیں، ادھر قاضی نائبِ خداوندی بعد خداوندِ کریم مالک الملک جو چیز جس کو چاہے دے، جس سے چاہے چھین لے، اور جو مالک اصلی ہوگا بے شک اس کو اختیارِ تملیک بھی ہوگا، بشرطیکہ جس کو مالک بنائے وہ قابلِ مالکیت ہو، اور جس چیز کا مالک بنائے وہ قابلِ ملک اور لائقِ مملوکیت ہو، اور غیر منکوحہ اور اموالِ باقیہ میں بشہادتِ معلومہ دونوں موجود، اس لئے نفوذِ قضاءِ قاضی بھی ظاہر سے باطن تک ضروری ہے، البتہ وبالِ دروغ، مدعی اور گواہوں کے سر پر رہے گا، سو اس کا منکر ہی کون ہے؟ بلکہ بالتصریح، کتبِ خفیہ میں مرقوم ہے۔

قطعۃ مِن النار کا محمل

اور محمل حدیث قِطعةٌ مِنَ النّار بھی ان کے نزدیک یہی وبال ہے، اور کیوں نہ ہو حدیث مذکور در بارۂ عدمِ نفوذِ قضا نص نہیں، چنانچہ بعد تنبیہ ہذا آپ بھی سمجھ لیں گے گو پہلے سے آپ دھوکے میں ہوں، ادھر دلائل نفوذِ قضا محکم ومستحکم، پھر کیوں کر عدمِ نفوذ پر حمل کر لیجئے؟

ہاں[1] جیسے فقیر کو عدم الملک لازم ہے، ایسے ہی اگر عذابِ قطعۃ من النار کو عدمِ نفوذِ قضاء

---

[1] اس عبارت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نصوص (قرآن وحدیث) کے معانی سمجھنے کیلئے احناف کے نزدیک یقینی ذرائع صرف چار ہیں: عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اور اقتضاء النص ــــــ (۱) ہر کلام سے کسی نہ کسی مضمون کی ادائیگی مقصود ہوتی ہے، مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا مقصود حمدِ باری تعالیٰ ہے، یہ مقصدی مضمون عبارۃ النص کہلاتا ہے ــــــ (۲) اور اگر کلام کسی بات کو بیان کرنے کے لئے بولا تو نہیں گیا، مگر الفاظ اپنے لغوی معنیٰ یا عرفی معنیٰ یا لازمی معنیٰ کے طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً سورۂ حشر آیت ۸ میں اللہ پاک کا ارشاد ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الاٰیۃ اس آیت میں مالِ فَی کے مصارف کا بیان ہے، مگر فقیر کے لئے چونکہ عدمِ ملک لازم ہے، کیونکہ لغت میں فقیر اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا برائے نام ہو، اس لئے اس آیت کے اشارہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ مکّہ کے کفار کے استیلاء (قبضہ) سے مہاجرین کا مال ان کی ملکیت سے نکل گیا، اسی لئے وہ فقراء کہلائے ــــــ (۳) اور اگر کوئی بات نص کا بعینہ ترجمہ لغوی تو نہ ہو، مگر مرکزی مضمون سے زیادہ یا کم ہونے کی وجہ سے وہ بات ترجمۂ لغوی سے بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوتی ہو، تو اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں، مثلاً لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (والدین کو اُف نہ کہو) اس آیت سے سبّ وشتم اور ضرب کا بدرجۂ اولیٰ حرام ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ وہ تکلیف دینے میں اُف سے زیادہ ہیں، یا مثلاً وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (باقی ص ۴۶۷ پر)

تقلید کے معنیٰ میں پائی جانے والی یہ غلط فہمی اگر دور کر لی جائے تو تقلید کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے بہت سے اشکالات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

ایک اور غلط فہمی

اسی طرح احکامِ شرعیہ اور مسائل دینیہ کے سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ لوگ ہر حکم کے لئے قرآن وحدیث سے صریح دلیل طلب کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات ممکن ہی نہیں، کیونکہ بہت سے احکام نصوص کے اشاروں سے، دلالت سے اور اقتضاء سے ثابت ہوتے ہیں، اور بہت سے مسائل اجماعِ امت اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں، پس یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ہر مسئلہ میں نصِ صریح پیش کی جائے ؟!

غیر مقلد علامہ محمد حسین صاحب لاہوری نے اسی غلط فہمی کی بنا پر، یا دیدہ دلیری سے پانچواں سوال یہ کیا تھا کہ

"خامسًا: آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر، کسی امام کی، ائمہ اربعہ سے، تقلید کو واجب کرنا"

جواب میں حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ادلہ کاملہ میں اُن سے ایسے دو مسئلوں کے بارے میں جو تمام مسلمانوں میں متفق علیہ اور اجلی بدیہیات میں سے ہیں، نصِ صریح طلب کی تھی، ایک قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا، دوسرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا، مگر ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ آپ پہلا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت نہ کریں، ورنہ دَور[1] لازم آئیگا اور حدیث سے بھی ثابت نہ کریں، کیونکہ حدیثوں کا واجب الاتباع ہونا قرآن کے واجب الاتباع ہونے پر موقوف ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ بھی حدیثوں سے ثابت نہ کریں ورنہ دور لازم آئے گا اور قرآن سے بھی ثابت نہ کریں، کیونکہ قرآن کا واجب الاتباع ہونا خبرِ رسول کے واجب الاتباع ہونے پر موقوف ہے، بلکہ

---

[1] دَور نام ہے توقف الشیٔ علی نفسہ کا یعنی ایک چیز کا وجود یا ثبوت اُسی پر موقوف ہو ۱۲

تقلید کے معنیٰ میں پائی جانے والی یہ غلط فہمی اگر دور کرلی جائے تو تقلید کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے بہت سے اشکالات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

ایک اور غلط فہمی

اسی طرح احکامِ شرعیہ اور مسائل دینیہ کے سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ لوگ ہر حکم کے لئے قرآن وحدیث سے صریح دلیل طلب کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات ممکن ہی نہیں، کیونکہ بہت سے احکام نصوص کے اشاروں سے، دلالت سے اور اقتضاء سے ثابت ہوتے ہیں، اور بہت سے مسائل اجماعِ امت اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں، پس یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ہر مسئلہ میں نصِ صریح پیش کی جائے؟!

غیر مقلد علامہ محمد حسین صاحب لاہوری نے اسی غلط فہمی کی بنا پر، یا دیدہ دلیری سے پانچواں سوال یہ کیا تھا کہ

"خامسًا: آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر، کسی امام کی، ائمہ اربعہ سے، تقلید کو واجب کرنا"

جواب میں حضرت قُدِّسَ سرُّہ نے ادلہ کاملہ میں اُن سے ایسے دو مسئلوں کے بارے میں جو تمام مسلمانوں میں متفق علیہ اور اجلی بدیہیات میں سے ہیں، نصِ صریح طلب کی تھی، ایک قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا، دوسرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا، مگر ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ آپ پہلا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت نہ کریں، ورنہ دَور[1] لازم آئیگا اور حدیث سے بھی ثابت نہ کریں، کیونکہ حدیثوں کا واجب الاتباع ہونا قرآن کے واجب الاتباع ہونے پر موقوف ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ بھی حدیثوں سے ثابت نہ کریں ورنہ دور لازم آئے گا اور قرآن سے بھی ثابت نہ کریں، کیونکہ قرآن کا واجب الاتباع ہونا خبرِ رسول کے واجب الاتباع ہونے پر موقوف ہے، بلکہ

---

[1] دَور نام ہے توقف الشئی علی نفسہ کا یعنی ایک چیز کا وجود یا ثبوت اُسی پر موقوف ہو ۱۲

کتاب کا جواب لکھنا اور اس کے معائب کے اظہار میں اپنا وقت صرف کرنا لغو وفضول ہے، مگر بعض وجوہ سے ہم کو اس امر لایعنی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

انصاف تو کیجئے! کہ مصنفِ مصباح نے کیسے عمدہ جوابِ لاجواب کے جواب میں کیسی مُزَخرفات[1]، واہیات باتیں کی ہیں! اور جیسے دفعاتِ مذکورہ کا جواب از قبیل "سوالِ[2] از آسماں وجواب از ریسماں" دیا تھا، ویسا ہی بے سوچے سمجھے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں بھی اپنی خوش فہمی کا اظہار کیا ہے، اور جس طرح پہلی دفعات میں ہم نے ان کی غلط فہمی کا ثبوتِ کامل کیا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہم کو علی التفصیل ان کی کج فہمی کا اظہار ضرور ہوا، تاکہ سب کی آنکھوں میں ان کے اجتہادِ بے فروغ[3] کا فروغ اَظہر من الشمس ہو جائے، اور سب جان جائیں کہ ہمارا دلیلِ وجوبِ اتباعِ کتاب وسنت کو طلب کرنا خلافِ دابِ[4] مناظرہ ہے، یا اس طلب کو خلافِ دابِ مناظرہ کہنا ہمارے مجتہد صاحب کی کج فہمی وجہالت ہے؟

ادلہ کے جواب کا خلاصہ

سنیئے! سائل مولوی محمد حسین نے ہم سے وجوبِ تقلید کا ثبوت بواسطہ نصِ صریح قطعی الدلالۃ طلب کیا تھا، اور ماحصل جوابِ ادلۂ کاملہ ـــــ جس کو مجتہد صاحب باوجود دعوئے فہم واجتہاد نہیں سمجھے ـــــ یہ ہے کہ آپ کا مدّعا ـــــ یعنی ثبوتِ وجوبِ تقلید ـــــ کو نصِ صریح پر موقوف سمجھنا ہی سرے سے غلط، اور دعوئے بے دلیل ہے، کیونکہ اگر دلیلِ[5] مُثبتِ وجوب، منحصر فی النص ہووے، تو پھر وجوبِ اتباعِ قرآنی، اور وجوبِ اتباعِ نبوی ﷺ کے ثبوت کی کوئی شکل نہیں ہوسکتی، اگر ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے لئے مُثبتِ وجوب کہو گے، تو پھر اس دوسرے کا وجوب کس چیز سے ثابت کرو گے؟ بجز اس کے کہ یا تو دَور کو تسلیم کرنا پڑے گا، یعنی قرآن کو وجوبِ اتباعِ نبوی کا، اور ارشادِ نبوی ﷺ کو وجوبِ اتباعِ قرآنی کا مُثبت کہنا پڑے گا، وھو مُحالٌ، یا دلیلِ مُثبتِ وجوب کے منحصر فی النص ہونے سے دست بردار ہونا پڑے گا، وھو المدَّعیٰ، کیونکہ علاوہ نص

---

[1] مُزَخرَف کی جمع: واہیات باتیں ۱۲ [2] ریسماں: رسّی، ڈوری، دھاگا ـــــ ترجمہ: سوالِ آسمان کے بارے میں اور جواب رسّی کے بارے میں، یعنی اوٹ پٹانگ جواب ۱۲ [3] فروغ: رونق، چمک ۱۲

[4] داب: طریقہ ۱۲

[5] وجوب ثابت کرنے والی دلیل نص ہیں یعنی قرآن وحدیث میں منحصر ہو۔

کے جس مَوْطن[1] سے آپ سندِ وجوبِ اتباعِ نبویؐ و قرآنی لائیں گے، اسی مَوْطن سے ہم سندِ وجوبِ اتباعِ امام نکال کر دکھلادیں گے۔

بالجملہ اعتراضِ سائل، دلیل مثبتِ وجوب کے منحصر فی النص ہونے پر موقوف ہے، سو اول سائل کو لازم ہے کہ اس مقدمہ موقوف علیہا کو ثابت کرے، اور وجوبِ اتباعِ قرآنی و نبوی کو جو سب کے نزدیک مسلّم ہے، اور اس مقدمہ کے مسلّم ہونے کی صورت میں گاؤ[2] خورد[3] ہوا جاتا ہے، کوئی صورت بیان کرے، اس کے بعد ہم سے وجوبِ تقلید کے لئے نصِّ صریح طلب کرے، انتہیٰ[4] خلاصۃ السوال والجواب۔

ادلّہ کے جواب کی تشریح

اب اس پر ہمارے مجتہد محمد احسن صاحب اعطاہم[5] اللہ فہمًا! چشمِ بصیرت بند کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سائل باوجودیکہ اہلِ اسلام میں سے ہے، پھر ہم سے وجوبِ اتباعِ کتاب وسنّت کی دلیل خلافِ دابِ مناظرہ کیوں طلب کرتا ہے؟ حیف[6] صد حیف! ؎

گر از بسیطِ[7] زمیں، عقل منعدم گردد بخود گمان نبرد ہیچ کس کہ نادانم

جناب مجتہد صاحب! سائل تو بے شک اہلِ اسلام میں سے ہے، مگر اور کیا لکھوں؟! ہاں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اہلِ عقل میں سے نہیں ہیں، ورنہ ایسی بے ہودہ بات کبھی نہ فرماتے، دیکھئے! کتبِ اصول میں جو مُناقضہ کی تعریف بیان کیا کرتے ہیں، بعینہٖ ہمارے اس استدلال پر صادق آتی ہے، چنانچہ نور الانوار میں ——— جس کے حوالے آپ جابجا نقل فرماتے ہیں ——— مناقضہ کی تعریف یہ لکھی ہے:

وھی تخلّفُ الحُکم عن الوَصفِ الذی ادّعیٰ کونہ عِلّۃً (ص۲۵۱) (مناقضہ: حکم کا اس علت سے پیچھے رہ جانا ہے جس کے علت ہونے کا مستدل نے دعویٰ کیا ہے[8])

---

[1] مَوْطن: جگہ، وطن ۱۲ [2] گاؤ: بیل، گائے، ترجمہ: گائے کا کھایا ہوا، مطلب: تباہ، برباد، ضائع ۱۲ [3] سوال وجواب کا خلاصہ پورا ہوا [4] اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ بوجھ عطا فرمائیں! [5] افسوس سَو بار افسوس ۱۲ [6] اگر روئے زمین سے عقل نابود ہوجائے ۔۔ تو بھی کوئی شخص اپنے بارے میں یہ گمان نہیں کرے گا کہ وہ نادان ہے ۱۲ [7] مناقضہ یہ ثابت کرنے کا نام ہے کہ مدعی نے جس چیز کو علت قرار دیا ہے، وہ چیز کسی جگہ موجود ہے، مگر حکم یعنی معلول موجود نہیں ہے، پس مستدل نے جس چیز کو علت قرار دیا ہے وہ علت نہیں ہے، مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ وضو بھی تیمم کی طرح طہارت ہے، اس لئے وضو میں بھی تیمم کی طرح نیت ضروری ہے، اس پر معترض یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ ناپاک کپڑے کا دھونا اور ناپاک بدن کا دھونا بھی طہارت ہے مگر نیت ضروری نہیں ہے، یعنی مستدل کی بیان کردہ علت طہارت تو موجود ہے، مگر حکم یعنی نیت ضروری نہیں ہے ۱۲

تو چونکہ مجتہد العصر محمد حسین صاحب نے ہم سے دربارۂ ثبوتِ وجوبِ تقلید نص صریح قطعی الدلالۃ طلب فرمائی تھی، اور در پردہ ان کے کلام سے یہ نکلتا تھا کہ علت ثبوتِ وجوبِ جملہ احکام منحصر فی النص الصریح ہے، اس لئے ہم نے اس کے جواب میں بطور مناقضہ یہ بیان کیا تھا کہ آپ کے سوال سے جس وصف[1] کا علت ثبوتِ وجوبِ احکام ہونا مفہوم ہوتا ہے، وہ درحقیقت وجوبِ احکام کے لئے علت ہی نہیں، ورنہ ثبوتِ وجوبِ اتباعِ قرآنی واتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر کوئی صورت نہیں، کیونکہ ان دونوں میں سے اگر ایک کو دوسرے کے ثبوتِ وجوب کے لئے علت کہا جائے گا، تو اس دوسرے کے ثبوت کی پھر کیا صورت ہوگی؟! ورنہ دورِ صریح کو سر رکھنا پڑے گا، حالانکہ کلام اللہ اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا ایسا ظاہر و باہر ہے کہ ہر ادنیٰ واعلیٰ جانتا ہے، تو اب خواہ مخواہ مجتہد محمد حسین صاحب کو مقدمۂ مذکورہ ـــــــ یعنی دلیل مثبتِ احکام کے منحصر فی النص ہونے ـــــــ سے انکار کرنا پڑے گا، کیونکہ اگرچہ فہم سے بے بہرہ ہیں، مگر آخر اسلام سے تو علاقہ ہے! تو اب مجتہد صاحب جہاں سے وجوبِ اتباعِ نبوی ﷺ واتباع قرآنی کی سند لائیں گے، وہیں سے ہم وجوبِ اتباع امام کی سند نکال کر دکھلائیں گے۔

اب خدا کے لئے اہلِ فہم داد دیں کہ دلیلِ مذکور کس قدر درست وبلا غبار ہے!، اور مناقضۂ مسطور[2] کس قدر موافق علم اصول ومطابق علمِ مناظرہ وقابلِ تسلیم بلا انکار ہے! مگر غضب ہے! کہ مولوی محمد احسن صاحب اب بھی اس مناقضہ کو خلاف دآبِ مناظرہ فرماتے ہیں! ـــــــ

اور علمِ اصول اور فنِ مناظرہ ہی پر کیا موقوف ہے؟! یہ تو امر ایسا ظاہر و باہر ہے کہ عوام الناس بھی بکثرت اپنے روزمرہ میں استعمال کرتے ہیں ـــــــ اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ رئیس المجتہدین مولوی محمد حسین صاحب نے بھی اس مطلبِ صریح کو نہیں سمجھا، اور اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں بعینہ یہی اعتراض[3] مذکور پیش کیا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ایسے ذہین کہ جو عبارتِ اردو کے سمجھنے سے بھی عاجز ہوں، کس لیاقت اور حوصلے پر دعوے اجتہاد کرتے ہیں! شہرتِ اجتہاد کل اتنی بات پر ہے کہ ایک نے غلط صحیح

---

[1] وصف علت کا دوسرا نام ہے ۱۲ [2] مسطور: مذکور، لکھا ہوا ۱۲ [3] اعتراض مذکور یعنی جو مصباح الادلہ میں کیا گیا ہے، اور جس کا جواب دیا جا رہا ہے ۱۲